ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ میں پاکستان ٹیلیویژن پر پیش کیا جانے والا سلسلۂ تقاریر

# رسول کامل ﷺ

مقرر : ڈاکٹر اسرار احمد

(۱)

# نبوّت و رسالت اور اس کا مقصد

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم —— امّا بعد!

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلاَّ يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ (النساء : ۱۶۵)

ناظرین کرام! آپ کو معلوم ہے کہ پندرھویں صدی ہجری کا پہلا ربیع الاوّل شروع ہو چکا ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے۔ اسی مناسبت سے آپ ﷺ کے ذکر جمیل پر مشتمل گفتگوؤں کا یہ سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں اس سے پہلے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور آپؐ کی سیرتِ مطہرہ کے مختلف گوشوں کے بارے میں کسی قدر تفصیل سے گفتگو کریں' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی روشنی میں یہ سمجھیں کہ نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت کیا تھا! ہمارا ایمان ہے کہ سیّدِ ولدِ آدم حضرت محمد ﷺ صرف ایک نبی ہی نہیں بلکہ "خاتم النبیّین" ہیں اور صرف ایک رسول ہی نہیں بلکہ "آخر المرسلین" ہیں' لہٰذا آپ ﷺ کا مقصد بعثت یقیناً وہ بھی ہے جو تمام انبیاء و رُسل کا بنیادی اور اساسی مقصد بعثت ہے' لیکن چونکہ آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ صرف ختم ہی نہیں ہوا بلکہ مکمل ہوا ہے' لہٰذا آپ ﷺ کے مقصد بعثت میں ایک تکمیلی اور اتمامی رنگ ہونا ضروری ہے' جو آپؐ کے لئے مابہ الامتیاز ہو اور تمام انبیاء اور رسولوں کی مقدس جماعت میں آپؐ کا منفرد مقام اور امتیازی مرتبہ واضح ہو جائے۔

اسلام کا پورا قصر ایمان کی بنیاد پر قائم ہے۔ اور ایمان چند ایسے ماورائی حقائق کو ماننے کا نام ہے جن تک رسائی حواسِ ظاہری کے ذریعے ممکن نہیں' بلکہ ان تک رسائی کسی درجے میں صرف عقل اور وجدان کی قوتوں کو بروئے کار لا کر ہو سکتی ہے۔ اگر ان امور کو تین بڑے بڑے حصوں میں جمع کیا جائے تو وہ ایمانیاتِ ثلاثہ کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ یعنی ایمان باللہ یا توحید' ایمان بالآخرت یا ایمان بالمعاد اور ایمان بالرسالت اور نبوت۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان تینوں کے مابین بڑا گہرا منطقی ربط پایا جاتا ہے۔ تفصیلات کو چھوڑ کر اور فلسفیانہ و متکلمانہ موشگافیوں سے قطع نظر اگر سادہ الفاظ میں سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ ایمان کیا ہے! تو سب سے پہلے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ پوری کائنات' یہ پورا سلسلۂ کون و مکاں جو تاحدِ نگاہ ہماری نگاہوں کے سامنے پھیلا ہوا ہے' جس کی وسعتوں کا تاحال انسان کوئی اندازہ نہیں' یہ نہ ہمیشہ سے ہے نہ ہمیشہ رہے گا۔ اصطلاحاً ہم یوں کہیں گے کہ یہ حادث ہے اور فانی ہے۔ البتہ ایک ہستی ہے' ایک ذات ہے' جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ ہستی بالکل تنہا ہے' اکیلی ہے' لاشریک اور یکتا ہے۔ اس کی ذات' اس کی صفات' اس کے حقوق و اختیارات سب حد درجہ لاثانی (unique) ہیں' جن میں کوئی کسی اعتبار سے نہ ساجھی ہے نہ شریک ہے۔ اس ہستی میں تمام محاسن و کمالات بتمام و کمال موجود ہیں۔ یہ ہستی ہے جسے ہم اللہ کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ ہے اجمالاً ایمان باللہ یا توحید۔

اس ہستی نے اس کائنات کو پیدا فرمایا۔ اس کی یہ تخلیق بے مقصد نہیں ہے' بے کار و عبث نہیں ہے' بلکہ بالحق (purposeful) ہے۔ از روئے الفاظِ قرآنی :

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ ﴾ (آل عمران : ۱۹۰'۱۹۱)

"یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوش مندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں جو اٹھتے' بیٹھتے اور لیٹتے'

ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) "پروردگار' یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ . . ."

یہ تخلیق بالحق ہے اور اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی' یعنی ایک وقتِ معیّن تک کے لئے ہے۔ اسی خالقِ کائنات نے انسان کو تخلیق فرمایا اور انسان اس سلسلۂ تخلیق کا نقطۂ عروج ہے۔ یہی انسان اشرف المخلوقات اور مسجودِ ملائکہ بنا۔

اس انسان کی ایک زندگی تو وہ ہے جو وہ اس دُنیا میں بسر کرتا ہے' اس دُنیا میں پیدائش سے لے کر موت تک کا وقفہ' لیکن یہی اس کی کل زندگی نہیں ہے' بلکہ انسانی زندگی ایک طویل عمل ہے۔ بقول علّامہ اقبال مرحوم ؎

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی!

یہ دُنیا کی زندگی تو درحقیقت اس کی کتابِ زندگی کے صرف دیباچے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی اصل کتابِ زندگی موت کے بعد کھلے گی۔ اس کی اُخروی زندگی ہی اصل زندگی ہے جو ابدی ہے' جو ہمیشہ کی زندگی ہے' جس میں دوام ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے :

﴿ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۝ ﴾

(العنکبوت : ۶۴)

"اصل زندگی کا گھر تو دارِ آخرت ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے"۔

انسانی زندگی کے اس طویل سفر میں موت صرف ایک وقفہ ہے۔ بقول شاعر ؎

موت اِک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر!

اس طرح زندگی دو حصّوں میں منقسم ہو گئی۔ تو اس سے جو دُنیوی زندگی کا حصّہ جداگانہ متشکل ہوا اس کا مقصد ہے ابتلاء اور امتحان۔ بفحوائے :

﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۝ ﴾

(الملک : ۲)

"اُس نے موت اور حیات کا یہ سلسلہ اس لئے بنایا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں

سے کون ہے اچھے عمل کرنے والا"۔

اس حقیقت کو بھی علّامہ اقبال نے نہایت سادہ الفاظ میں ادا فرمایا ؎

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

اس زندگی کے بعد ایک موت آنے والی ہے۔ اس موت کے بعد حشر و نشر ہے۔ جزا و سزا کے فیصلوں کا ایک دن ہے' جسے قرآن مجید "یوم الدّین" سے تعبیر فرماتا ہے۔ اس دن طے ہو گا کہ انسان اپنی حیاتِ دُنیوی میں اپنی سعی و جہد کے اعتبار سے ناکام رہا یا کامیاب قرار پایا۔ اور اس کے بعد وہ اپنی اَبدی زندگی جنت میں بسر کرے گا یا جہنم کے شعلوں میں گزارے گا' جیسا کہ ایک خطبۂ نبوی میں الفاظ وارد ہوئے :

(( وَاِنَّهَا لَجَنَّةٌ اَبَدًا اَوْ لَنَارٌ اَبَدًا ))

"اور وہ (ابدی زندگی) جنت ہے ہیشہ کے لئے یا آگ ہے دائمی"۔

اس ابدی زندگی میں یا رَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّ جَنَّةُ نَعِیْمٍ کے مزے ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ کا شدید عذاب اور اس کی سخت سزا ہے۔ ان تمام امور کو ماننے کا نام ایمان بالآخرۃ ہے۔

اگر غور کیا جائے تو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ یا ایمان بالمعاد' ان دونوں کے ربط سے اسلام کے تصورِ زندگی کا ایک خاکہ مکمل ہوتا ہے۔ یہ گویا کہ مبدأ و معاد کا آئین ہے۔ اس کے بغیر انسان کا حال بے لنگر کے جہاز جیسا ہے جس کی کوئی سمتِ سفر متعین نہ ہو اور وہ موجوں کے رحم و کرم پر ہو۔ گویا ؎

سنی حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم!

لیکن اللہ اور آخرت کا یہ علم انسان کی زندگی کی ابتداء اور انتہاء کا تعین کرتا ہے۔ انہی دونوں (ابتداء اور انتہاء) کو سمو دیا گیا ہے قرآن مجید کے ان حد درجہ جامع الفاظ میں :

﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ ﴾ (البقرۃ : ۱۵۶)

"ہم اللہ ہی کے ہیں (اسی کے پاس سے آئے ہیں) اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے"۔

اب یہاں ایک سوال فطری طور پر سامنے آتا ہے کہ امتحان لیا جاتا ہے کچھ سکھا کر' جانچا اور پرکھا جاتا ہے کچھ دے کر۔ تو یہ جو امتحان ہے جس سے انسان اس حیاتِ دُنیوی میں دوچار ہے' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس کی بنیاد کیا ہے؟ اس کی اساس کیا ہے؟ اس کی جانچ اور پرکھ کس اصول پر ہوگی؟ اس سوال کا ایک جواب جو بنیادی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دُنیا میں اس ابتلاء و آزمائش کے لئے بھیجا ہے تو غیر مسلح نہیں بھیجا' بہت سی صلاحیتوں اور استعدادات سے مسلح کر کے بھیجا ہے۔ بڑی پیاری آیت ہے سورۃ الدھر کی :

﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ ﴾ (الدھر : ۲)

"ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں (اسے جانچیں' اسے پرکھیں)' چنانچہ اس غرض کے لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا ہے"۔

اسے سماعت اور بصارت کی استعدادات دے کر دُنیا میں بھیجا۔ مزید برآں اس میں تعقل و فکر کی صلاحیتیں رکھیں۔ اس میں نیکی اور بدی کی تمیز ودیعت کی۔ جیسے کہ فرمایا گیا :

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ○ ﴾

(الشمس : ۷'۸)

"اور قسم ہے نفسِ انسانی کی' اور جو اُسے بنایا اور سنوارا (اور اس کی نوک پلک درست کی)' اور اس میں نیکی اور بدی (خیر اور شر) کا علم الہامی طور پر ودیعت کر دیا"۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر مزید غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قلبِ انسانی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی ایک دھیمی سی آنچ رکھ دی ہے۔ ان تمام چیزوں سے مسلح ہو کر انسان اس دُنیا میں آیا ہے۔ لہٰذا اس کی اُخروی باز پرس اور اس کا جو حساب کتاب ہوگا آخرت میں اس کی بنیادی اساس تو یہی ہے۔ گویا کہ ہر انسان اللہ کے سامنے مسئول ہے' ذمہ دار ہے' جواب دہ ہے' responsible ہے اور accountable ہے' خواہ کوئی

نبی آئے ہوتے یا نہ آئے ہوتے' خواہ اور کوئی کتاب نازل ہوتی یا نازل نہ ہوئی ہوتی۔ ان فطری استعدادات کی بنیاد پر جو انسان کے اندر ودیعت شدہ ہیں' ہر انسان مُکلّف ہے' مسئول ہے' ذمہ دار ہے' جواب دہ ہے۔ لیکن اس پر رحمتِ خداوندی کا ایک تقاضا اور ہوا۔ انسان کے اس امتحان میں مزید آسانی پیدا کرنے کے لئے اللہ نے انزالِ وحی' انزالِ کتب' بعثتِ انبیاء اور ارسالِ رُسل کا سلسلہ جاری فرمایا جو انسان کی اپنی بنیادی استعدادات کے لئے وہ سامان لے کر آئے جن سے ان کو جلا ہو' ذہول و غفلت کے پردے اٹھ جائیں' اگر آئینہ قلب پر کوئی زنگ آگیا ہے تو دُور ہو جائے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مزید رحمت ہے' مزید فضل ہے۔ گویا نبوت اس پہلو سے رحمت ہے۔ اور یہی وہ نکتہ ہے جو سمجھ لینا چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں یہ رحمت بے پناہ وسعت پذیر ہو گئی ہے اور اس نے تمام جہانوں کا احاطہ کر لیا ہے۔ نبوت اصلاً رحمت ہے' لیکن محمدؐ رسول اللہ ﷺ رحمۃٌ لِلعالمین بنا کر بھیجے گئے۔ آپؐ کی رحمت تمام جہانوں پر محیط ہو گئی۔

لیکن اسی کا ایک دوسرا پہلو بھی سامنے رہے' وہ یہ کہ نبیوں کی آمد' رسولوں کی بعثت اور کتابوں کے نزول کے بعد اب محاسبۂ اُخروی کے لئے گویا کہ انسان پر اتمامِ حجت ہو گیا۔ انسان کے پاس اب کوئی عذر نہ رہا' کوئی بہانہ وہ پیش نہ کر سکے گا کہ پروردگار! ہمیں معلوم نہ تھا کہ تو کیا چاہتا ہے' ہم نہیں جانتے تھے کہ تیری رضا کس میں ہے' ہمیں علم نہیں تھا کہ تو کن باتوں سے ناراض ہوتا ہے! یہ عذر اگر کسی درجے میں قابل پذیرائی ہو سکتا تھا تو نبوت و رسالت کے بعد اب اس کا امکان قطعاً ختم ہو گیا۔ اس کو آپ قطع عذر سے تعبیر کریں یا اتمامِ حجت کا نام دیں۔ بعثتِ انبیاء اور ارسالِ رُسل سے ایمان بالآخرت کے ضمن میں انسان کی ذمہ داری اور اس کی مسئولیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ یہی ہے وہ بات جو اس آیۂ مبارکہ میں ارشاد ہوئی تھی جسے آغازِ کلام میں تلاوت کیا گیا تھا :

﴿ رُسُلاً مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلاَّ یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَّعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ﴾ (النساء : ۱۶۵)

یعنی ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا بشارت دینے والے بنا کر اور خبردار کرنے والے بنا کر۔

اہلِ حق کے لئے' طالبینِ ہدایت کے لئے' صحیح راہ پر چلنے والوں کے لئے وہ مبشر ہیں' بشارت دینے والے ہیں کہ ان کے لئے جنّتِ نعیم میں نہایت روشن مستقبل منتظر ہے۔ اور اہلِ زیغ کے لئے' کج روی اختیار کرنے والوں کے لئے' گمراہی کی روش اختیار کرنے والوں کے لئے وہ خبردار کر دینے والے' warn کر دینے والے ہیں' تاکہ لوگوں کے پاس اللہ کے مقابل' اللہ کے ہاں کوئی حجت باقی نہ رہ جائے' رسولوں کے بعد وہ کوئی عذر نہ کر سکیں' محاسبۂ اُخروی کے وقت کوئی بہانے نہ بنا سکیں ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ اللہ زبردست ہے۔ وہ جس طرح چاہے حساب لے' اس کا اختیار مطلق ہے' کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں۔ لیکن وہ حکیم بھی ہے' اس نے اپنی اس بازپُرس کے لئے ایک نہایت حکمت بھرا نظام تجویز فرمایا ہے۔ اور یہی ہے وہ نظام جس کی اہم ترین کڑی ہے سلسلۂ نبوت و رسالت۔

فَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○
وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○○


- ایک مسلمان کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں کون کونسی ہیں؟
- دعوت و تبلیغ اور غلبہ دین کی جدوجہد اضافی نیکی کے کام ہیں یا بنیادی فرائض میں شامل ہیں؟

ان موضوعات پر ایک مختصر لیکن نہایت جامعہ کتابچہ

**دینی فرائض کا جامع تصور**

از : **ڈاکٹر اسرار احمد**' امیر تنظیم اسلامی

عمدہ کمپیوٹر کتابت' صفحات 40' قیمت : اشاعت خاص 10 روپے' اشاعت عام 6 روپے

شائع کردہ : **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن**
قرآن اکیڈمی 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور